ہبہ: عصر حاضر میں معاشرتی سطح پر معاشی ضروریات کی تکمیل کا بہترین ذریعہ

Hibah: A Great Source to Fulfill the Economical Needs in today's Life at Social Level

نسیم اختر[i] ضیاءالدین[ii]

Abstract

An unbalanced society creates poverty and starvation which triggers evil deeds; crimes, for example. It is Islam that teaches justice, equality and human respect. "Hiba" is a lesson for Muslims to circulate worth among the poor to circumvent violations and being virtuous to get blessed by Allah. Hiba is a way to earn blessings of the Almighty Allah by helping others; poor, indigent, orphans, for example.

This deed assists relieving an ailed society by removing illicit factors and making it balanced. This article has been written in the same context.

Keyword: *Poverty, Poor, Unbalanced System, Hibah (Gift)*

ہبہ کے لغوی معنی

ہبہ کے معنی "وَھب، ھِبَةً "کسی کو بلاعوض کوئی چیز دے دینے" کے ہیں[1]۔

"زندگی میں کسی کو کسی چیز کا کسی معاوضہ کے بغیر مالک بنادینا ہبہ کہلاتا ہے[2]۔ "

یا

"ایک شخص کا دوسرے شخص کی طرف کسی جائیداد منقولہ یا غیر منقولہ کا فوری اور بلا معاوضہ منتقل کرنا اور اس دوسرے شخص کا خود یا اس کی طرف سے کسی اور صاحب مجاز کا اس شے موھوبہ کو قبول کر لینا ہبہ کہلاتا ہے[3]۔"

اگر کوئی شخص اپنی زندگی میں اپنی ملکیت کو بغیر معاوضے کے کسی کے حوالے یا سپرد کردے تو اسی کو ہبہ کرنا کہا جاتا ہے۔

ہبہ کی اصطلاحات

ہبہ کرنے والے کو واہب اور جس کو ہبہ کیا جائے اس کو موہوب لہ، اور جو چیز ہبہ کی جائے اسے موہوب کہتے ہیں[4]۔

زمانہء جاہلیت میں ہبہ کی حیثیت

اسلام چونکہ بھائی چارے اور مہر و محبت پر بہت زیادہ زور دیتا ہے اس لئے اس نے ان مروجہ (قبل از اسلام)

---

[i] اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اسلامیات، شہید بے نظیر بھٹو ویمن یونیورسٹی، پشاور، پاکستان

[ii] ایم فل سکالر، جامعہ امریکیہ مفتوحہ قاہرہ، مصر

طریقوں پر خصوصیت سے زور دیا ہے، جن سے دوسروں کو بغیر عوض لئے اشیاء کا حق دار بنایا جاسکتا ہے، جیسا کہ قبل از اسلام ایک مروجہ صورت انتقالِ ملکیت کی انسانی معاشرے میں "رضاکارانہ طور پر اپنی ملکیت دوسروں کو سونپ دینے کا بھی ہے [5]۔

ہبہ کی وضاحت قرآن واحادیثِ مبارکہ کی روشنی میں کرنے سے قبل ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ہبہ، ہدیہ اور صدقہ کا فرق واضح کیا جائے، تاکہ ہبہ کے مفہوم کو سمجھنے میں آسانی ہو۔

ہبہ، ہدیہ اور صدقہ میں فرق

آدمی اپنی کسی چیز کا مالک دوسرے آدمی کو ہبہ، ہدیہ اور صدقہ کے ذریعے بنادیتا ہے۔اور پھر اس کی واپسی کا اختیار اس کو نہیں رہتا۔یہ حکم تینوں صورتوں میں یکساں ہے لیکن چونکہ ہر ایک میں دینے کا جذبہ الگ الگ ہوتا ہے، اس لئے تھوڑا سا فرق ہے گو نتیجے کے اعتبار سے کوئی فرق نہیں ہے۔

ہدیہ

کسی کی ہمت افزائی اور محبت کے جذبے سے کوئی چیز دینا۔

صدقہ

کسی کو محض ثواب کی خاطر کوئی چیز دینا۔

ہبہ بغیر کسی معاوضے کے اپنا کوئی مال دوسرے کی ملکیت میں دے دینا۔لغت میں ہبہ کے معنی دینے کے ہیں۔

صدقہ اور ہدیہ، ہبہ کی ہی دو قسمیں ہیں، صدقہ میں محض ثواب کی نیت ہوتی ہے اور دوسرا کوئی جذبہ نہیں ہوتا اگر ثواب کی نیت نہ ہو تو وہ صدقہ نہیں کہلائے گا، اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ہبہ اور ہدیہ میں کوئی، ثواب نہیں ملتا۔اجر ہر نیکی کا ملتا ہے، ہبہ اور ہدیہ خاص طور سے اللہ کے لئے ہو تو ان کا ثواب بھی ملے گا [6]۔

ہبہ اور قرآن کریم

قرآن کریم میں "ہبہ "کا لفظ استعمال نہیں ہوا ہے، اس لیے لفظ "ہبہ " سے متعلق کوئی واضح آیت قرآن کریم میں موجود نہیں۔البتہ مال اللہ کی راہ میں دینے سے متعلق درج ذیل آیت قرآن پاک میں موجود ہے۔لہٰذا "ہبہ "کے مفہوم کو اسی آیت کی روشنی میں بیان کرنے کی کوشش کی جارہی ہے جو کچھ اس طرح سے ہے:

"وَآتَى الْمَالَ عَلَى حُبِّهِ ذَوِي الْقُرْبَى وَالْيَتَامَى وَالْمَسَاكِينَ وَابْنَ السَّبِيلِ وَالسَّائِلِينَ وَفِي الرِّقَابِ [7]"

"اور مال دیتا ہو اللہ کی محبت میں رشتہ داروں، یتیموں، محتاجوں اور مسافروں کو اور سوال کرنے والوں کو اور گردن چھڑانے میں۔"

مذکورہ بالا آیت کی وضاحت مختلف تفاسیر کی روشنی میں ذیل میں کی جارہی ہے:

آدمی اپنا مال خدا کی محبت کی راہ میں خرچ کرے لیکن ہمارے نزدیک مختلف وجوہ سے ان لوگوں کا قول قابل ترجیح ہے جو اس کا مرجع مال کو قرار دیتے ہیں۔یعنی آدمی مال کی محبت کے باوجود اس کو خدا کی راہ میں خرچ کرے۔ مال کی محبت کے مختلف پہلو ہو سکتے ہیں۔ایک تو یہ کہ مال بجائے خود قیمتی اور دل پسند ہو۔دوسرا یہ کہ آدمی خود اس کا ایسا ضرورت مند ہو کہ دوسرے کے لیے ایثار کرنا نفس پر شاق ہو رہا ہو۔تیسرا یہ کہ زمانہ قحط اور گرانی کا ہو۔ جس میں کشادہ دست آدمی بھی محتاط اور کفایت پسند بن جایا کرتا ہے۔

ایک وجہ تو یہ ہے کہ قرآن کے نظائر سے اس مفہوم کی تائید ہوتی ہے۔ یہ بات واضح ہے کہ یہاں یہ بتایا جارہا ہے کہ برّیعنی اللہ تعالیٰ کی اطاعت و وفاداری کا اعلیٰ مرتبہ حاصل کرنے کے لیے انسان کو کس قسم کا انفاق کرنا چاہیے۔ وہاں صراحت کے ساتھ یہ بات بتائی گئی ہے کہ یہ مرتبہ اس مال کے خرچ کرنے سے حاصل ہوتا ہے جو محبوب ہو۔

دوسری یہ کہ نبی کریم ﷺ کے ارشادات سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔آپ ﷺ سے سوال کیا گیا کہ سب سے افضل صدقہ کون سا ہے۔آپ ﷺ نے جواب میں فرمایا: کہ جو ایک بے مایہ اپنی محنت کی کمائی میں سے اپنے کسی ایسے عزیز پر خرچ کرتا ہے جو اس کے خلاف اپنے دل میں عداوت رکھتا ہے۔

تیسری یہ کہ اہل عرب کے ہاں بھی سب سے زیادہ قابل تعریف فیاضی ان ہی لوگوں کی سمجھی جاتی تھی جو زمانۂ قحط و گرانی میں فیاضی کرتے تھے جبکہ مال، مال داروں کی نظر میں بھی بڑی محبوب چیز بن جاتا ہے۔ عرب شعراء نے اس صفت کی بالاتفاق تعریف کی ہے۔دوسری قوموں میں بھی یہ صفت بلااختلاف ممدوح ہے۔

چوتھی یہ کہ اس طرح کا انفاق اغلب یہی ہے کہ خدا کی محبت میں ہو،اس لیے کہ بغیر اس قومی محرک کے نفس کا اس قسم کے ایثار پر آمادہ ہونا بڑا مشکل ہے۔اس پہلو سے یہ مفہوم پہلے مفہوم پر خود بخود حاوی ہو جاتا ہے۔انفاق کے مصارف میں سب سے پہلے قرابت مندوں کو رکھا ہے [8]۔

> "قرابت داروں میں پہلے والدین، پھر قریبی عزیز واقارب جیسے بھائی، بہن، چچا، ماموں، باپ اور ماں کی طرف کے قریبی عزیز ہیں [9]۔"

اس سے معلوم ہوا کہ آدمی کے اعزاء و اقرباء اگر ضرورت مند ہیں، اس کی اعانت کے سب سے زیادہ مستحق ہیں، یہاں تک کہ اگر وہ دل میں عداوت بھی چھپائے ہوئے ہوں، جب بھی سب سے افضل انفاق وہی ہے جو ان کے لیے کیا جائے۔

قرابت مندوں کے بعد معاً یتامی کا ذکر اسلامی معاشرہ میں ان کے درجہ و مرتبہ کو واضح کرتا ہے کہ اپنے عزیزوں کے بعد پہلی نظر آدمی کی ان بچوں پر پڑنی چاہیے جو سایۂ پدری سے محروم ہو چکے ہیں [10] ۔ جن کے ورثاء میں ان کی مناسب کفالت کرنے والا کوئی نہ ہو [11]۔

ایسے میں ان کی کفالت و تربیت کی ساری ذمہ داری معاشرہ پر منتقل ہو جاتی ہے۔ابن السبیل سے مراد مسافر ہے،مسافر مجرد اپنی مسافرت کی حالت کی بنا پر مستحق اعانت ہوتا ہے۔اس سے قطع نظر کہ وہ صاحب استطاعت ہے یا غیر صاحب استطاعت،اگر مستحق اعانت ہونے کے لیے غیر صاحب استطاعت ہونے کی شرط ہوتی تو مسکین کے بعد اس کے علیحدہ ذکر کرنے کی ضرورت نہیں تھی[12]۔

جیسا کہ اسلام نے مسافروں کی مدد پر بہت زور دیا ہے" جو مسافروں کی مدد کرتا ہے۔وہ واقعتاً بے لوث مدد کرنے والا ہے،اس لیے کہ مسافر تو مسافر ہے،کل کہیں اور چلا جائے گا۔تو جس نے اس کی امداد کی وہ اس پر کبھی احسان نہیں جتا سکے گا[13]۔

سائلین سے مراد وہ لوگ ہیں جو اعانت کے لیے سوال کر بیٹھے۔مساکین کے بعد ان کے مستقل ذکر کرنے سے یہ بات نکلتی ہے کہ جو شخص سوال کر بیٹھے اس کے متعلق زیادہ کھوج کرید کی ضرورت نہیں ہے کہ واقعی وہ محتاج ہے یا نہیں۔اگر وہ بے ضرورت سوال کر رہا ہے تو اس کی جواب دہی خود اس کے اوپر اللہ کے ہاں ہے۔ہمارا حق صرف یہ ہے کہ اگر ہم امداد کر سکتے ہیں تو ایسے شخص کی امداد کریں اور اگر معذور ہوں تو جیسا کہ قرآن اور حدیث میں ہدایت ہے،شائستہ انداز سے اس کے سامنے اپنی معذرت پیش کر دیں۔

"فی الرقاب" میں رقاب رقبہ کی جمع ہے جس کے معنی گردن کے ہیں۔مضاف محذوف ہے۔یعنی فی فاع الرقابگردنوں سے مراد یہاں غلاموں کی گردنیں ہیں۔ان کو طوق غلامی سے چھڑانااور آزاد انسانوں کی سطح پر لانا انسانیت کی بہت بڑی خدمت ہے۔اس وجہ سے اسلام نے مداتِ خیر میں ان کو بھی شامل کر لیا۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ غلامی کا معاملہ اسلام کے اپنے نظام کا کوئی جزو نہیں تھا۔وقت کے بین الاقوامی قانون جنگ کے تحت اسلام نے اس کو محض وقتی طور پر اس لیے گوارا کیا تھا کہ اس وقت بین الاقوامی سطح پر جنگ کے قیدیوں کے مسئلہ کا کوئی اور حل موجود نہیں تھا لیکن اس کو گوارا کرنے کے ساتھ ساتھ اسلام نے اپنے ماحول میں غلاموں کی آزادی کی مختلف نوعیتوں سے حوصلہ افزائی کی۔جن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ان کو خرید کر آزاد کر دینے یا ان کی مکاتبت یعنی شرطِ آزادی کی رقم ادا کرنے کو ایک ثواب کا کام ٹھہرا دیا[14]۔"

"شروع قرابت داروں سے کیا خاتمہ غلاموں کو آزاد کرنے پر کیا۔دونوں کی اہمیت واضح کر دی۔یہ بھی ظاہر فرما دیا کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے انفاق کو سچی نیکی اور تقویٰ سمجھتا ہے۔جو غلام کو جو آزادی کے بنیادی حق سے کسی معاشرتی جبر کی وجہ سے محروم کر دیا گیا ہے۔یہ نعمت دلا دے،غلاموں کو آزاد کرانے کی تاکید اس لیے ہے کہ اسلام انسانی وحدت کا،انسانی مساوات کا اور احترام انسانیت کا داعی ہے[15]۔"

"اب اس زمانہ میں غلامی اگرچہ ختم ہو چکی ہے اور یہ بات عین منشائے اسلام کے مطابق ہوئی ہے لیکن عملاً آج بھی بے شمار انسان اپنی معاشی مجبوریوں اور خاص طور پر سودی قرضوں کی لعنت کے سبب سے ایسے بندھنوں میں گرفتار یا جیلوں میں بند ہیں کہ ان کو اگر غلام نہیں تو غلاموں سے مشابہ ضرور قرار دیا جا سکتا ہے۔ایسے لوگوں کی گلوخلاصی اور ان کے رہن شدہ مکانوں اور کھیتوں کو چھڑانا بھی انشاءاللہ فک رقبۃ ہی کے درجہ کی نیکی ہے[16]۔"

اس آیت میں انسان کو تنبیہ کی جارہی ہے کہ اگر وہ خدا کی رحمت اور فضل و کرم کا خواہاں ہے تو اس درجہ کمال تک رسائی صرف اس صورت میں حاصل کر سکتا ہے جب وہ اپنی محبوب چیز جو کہ مال و دولت ہی ہو سکتی ہے، اسے صرف اپنی ضروریات کو پورا کرنے تک محدود نہ رکھے بلکہ حاجت مندوں، مسکینوں، یتیموں، غلاموں اور مسافروں کی مدد کی غرض سے خرچ کرے تاکہ وہ نیکی کی حقیقت تک جو خیر و احسان کا درجہ کمال ہے، رسائی حاصل کر سکے۔

ہبہ اور احادیثِ نبوی ﷺ

احکام ہبہ

"ان عمر بن الخطاب قال: حملت علی فرس عتیق فی سبیل اللہ، فأضاعۃ صاحبہ، فظننت: أ بائعۃ برخص، فسأبت رسول اللہ عن ذلک؟ فقال: "لا تبتعہ، ولا تعدفی صدقتک، فائن العائد فی صدقتہ کالکلب، یعود فی قیئہ، عن مالک بن أنس، بھذا الاء سناد،وزاد:"لا تبتعہ وائن أعطاکہ بدرھم[17]"

"حضرت عمر بن خطاب سے روایت ہے کہ میں نے اللہ کے راستہ میں عمدہ گھوڑا دیا تو اس کے مالک نے اسے ضائع کر دیا۔ میں نے گمان کیا کہ وہ اسے سستے داموں فروخت کرنے والا ہے۔ تو میں نے رسول اللہ ﷺ سے اس بارے میں سوال کیا۔ تو آپؐ نے فرمایا:"تو اسے مت خرید اور اپنے صدقہ میں مت لوٹ کیونکہ اپنے صدقہ میں لوٹنے والا ایسا ہے جیسا کہ کتا اپنی قے کی طرف لوٹتا ہے۔"

حضرت مالک بن انسؓ سے بھی یہ حدیث ان اسناد سے مروی ہے اور اس میں اضافہ یہ ہے۔"تو اسے مت خرید اگرچہ وہ تجھے ایک درھم ہی میں دے دے۔"

"عن ابن عباس: النبی قال:"مثل الذی یرجع فی صدقتہ، کمثل الکلب یقی، ثم یعود فی قیئہ، فیأکلمہ[18]"

"حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو آدمی اپنے صدقہ کو لوٹاتا ہے، اس کی مثال اس کتے کی ہے جو قے کرتا ہے پھر اپنی قے کو لوٹائے اور اسے کھالے۔"

مولانا منہاج الدین مینائی مذکورہ بالا حدیث کی وضاحت میں کہتے ہیں:

"ہبہ کی ہوئی چیز کو واپس لینا شرعاً و اخلاقاً نہ صرف مذموم ہے بلکہ گناہ بھی ہے۔ اگر جس کو کوئی چیز ہبہ کی ہوئی ہو، یعنی موہوب لہ، اگر اس چیز کو بخوشی واپس کر دے تو جائز ہوگا اور اگر وہ واپس کرنے پر راضی نہ ہو تو غیر قانونی یا غیر اخلاقی طریقے سے اس کا واپس لینا دوہرے گناہ کے برابر ہوگا اور اس شخص کی مثال جس نے ہبہ کی ہوئی چیز کو واپس لیا، اس کتے کی ہوگی جو قے کرنے کے بعد اپنی قے کو واپس چاٹ لیتا ہے۔

لیکن اگر موہوب لہ نے ابھی اس پر قبضہ نہیں کیا تھا کہ واہب کو اس کی شدید ضرورت پڑ جائے۔اور وہ موہوب لہ سے کہہ دے کہ آپ اس کو بھی نہ لیجئے تو گویا واہب نے ہبہ سے رجوع کر لیا۔ مگر قبضہ کے بعد ہبہ سے واپسی کی دو ہی صورتیں ہیں۔ یا تو موہوب لہ خوشی سے واپس کر دے یا اسلامی عدالت اس ہبہ کو فسخ قرار دے۔ بشرطیکہ کوئی دوسرا قانونی مانع موجود نہ ہو[19]۔"

"اور اگر اجنبی کو ہبہ کیا تو رجوع کر سکتا ہے مگر یہ کہ اس نے اس کا عوض دیا ہو یا اس نے ہبہ کی چیز میں ایسی چیز ملالی جو علیحدہ نہیں ہو سکتی یا متعاقدین میں سے کوئی مر گیا ہو، یا ہبہ شدہ شے مرعوب لہ کی ملکیت سے نکل گئی ہو، رجوع کرنا اگر جائز ہو تو ان شرطوں کے ساتھ جائز ہو گا ورنہ بہت سخت کراہت ہے [20]۔"

"عن النعمان بن بشير: أنه قال: إن أباه أتى به رسول الله فقال: إني نحلت ابني هذا غلاما كان لي، فقال رسول الله: أكل ولدک نحلته مثل هذا؟،، فقال: لا، فقال رسول الله: "فارجعه [21]"

"حضرت نعمان بن بشیرؓ سے روایت ہے کہ اسے اس کے والد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لے کر حاضر ہوئے تو عرض کیا: "میں نے اپنے اس بیٹے کو اپنا ایک غلام ہبہ کیا۔،، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "کیا تو نے اپنی تمام اولاد کو اسی طرح ہبہ کیا ہے؟ اس نے کہا: نہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس سے لوٹائی۔"

شریعت اسلامیہ اولاد کے درمیان بھی عدل کی تعلیم دیتا ہے۔ اسلام حقوق العباد کے اندر خواہ وہ مالی ہو یا غیر مالی ان کا تعلق غیروں سے ہو یا اپنی اولاد سے سب میں عدل کو ایک لازمی امر قرار دیتا ہے جبکہ ہبہ تو ایک ایسا عمل ہے جو کسی بھی شخص کا ذاتی حق ہے لیکن اسلام اس میں بھی یہ حکم دیتا ہے کہ عدل کا دامن نہ چھوڑو اور اولاد میں بھی مال تقسیم کرتے وقت عدل کو اختیار کرو اور کسی ایک کی وجہ سے دوسروں کی حق تلفی نہ کرو۔

مولانا منہاج الدین مینائی کے مطابق:

"اگر اپنی اولاد کو کوئی چیز ہبہ کرنا ہو تو سب کو برابر دینا چاہیئے یعنی لڑکے اور لڑکیوں کو یکساں۔ یہ مسلک تینوں اماموں امام ابو حنیفہؒ، امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کا ہے۔ البتہ امام احمد بن حنبلؒ کی رائے میں ہبہ بھی وراثت کی طرح ہونا چاہیئے۔ یعنی لڑکیوں کا ایک ایک اور لڑکوں کے دو دو حصے [22]۔"

"جبکہ حنفیہ و بعض مالکیہ اور شافعیہ مکتبِ فکر کے نزدیک ایک مسلمان (مرد یا عورت) اس امر کا مجاز ہے کہ وہ اپنی زندگی ہیں بحالتِ صحت جس شخص کو چاہے اور جب چاہے اپنی کل جائیداد و املاک یا اسکا کوئی حصہ ہبہ کر سکتا ہے۔ یہ ہبہ اس وصیتی ہبہ سے مختلف ہے جس میں کوئی مسلمان جائیداد و املاک کے ایک تہائی سے زیادہ حصہ ہبہ کرنے کا مجاز نہیں۔ البتہ کسی شخص کا اپنی اولاد کے حق میں اس طرح ہبہ کرنا کہ ایک اولاد کو دوسری پر ترجیح دی جائے گناہ ہے [23]۔"

ہر مسلمان خواہ وہ مرد ہو یا عورت، اس کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ تندرستی کی حالت میں اپنی زندگی ہی میں جب اور جس وقت چاہے اور جسے چاہے اپنی تمام مال و دولت یا جائیداد کا مخصوص حصہ ہبہ کر سکتا ہے لیکن چونکہ اسلام اولاد کے درمیان مساوات کا خاص خیال رکھنے کی تلقین کرتا ہے اس وجہ سے یہ امر ضروری ہے کہ ہبہ کرتے وقت بھی اولاد میں سے کسی ایک کو باقیوں پر فوقیت نہ دی جائے اس سے باقی اولاد کے دل میں رنجشیں، بغض و عناد اور عداوت پیدا ہو سکتی ہے جو ناسازگار ماحول فراہم کرنے میں اہم کردار ادا کر سکتا ہے۔

امام کاسانی نے حنفی فقہ پر اپنی مشہور کتاب بدائع الصنائع میں لکھا ہے:

"سب (اولاد) کے درمیان برابری رکھنا تالیفِ قلوب کا سبب ہوگا اور ایک کو دوسرے پر فضیلت دینے سے ان کے درمیان وحشت پیدا ہوگی۔ اس لئے مساوات اولیٰ ہے۔ لیکن اگر کوئی شخص بعض اولاد کو دے کر دوسری کو محروم کردے۔ خواہ جس کو محروم کیا گیا ہو وہ فقیہ اور متقی ہو یا جاہل اور فاسق ہو، تو حکما یہ جائز ہوگا۔ کیونکہ وہ اپنی خالص ملک میں تصرف کرتا ہے جس میں کسی دوسرے کا کوئی حق نہیں، البتہ یہ ہوگا کہ اولاد کے درمیان عدل نہ ہوگا۔ یہ متقدین کا قول ہے[24]۔"

"امام محمد اور امام ابو یوسف اگرچہ اصولی طور پر امام ابو حنیفہ سے متفق ہیں۔ لیکن ایک روایت منقول ہے کہ امام ابو یوسف کے نزدیک کہ اگر والد نے اپنے تفصیلی عمل سے دوسری اولاد کو ضرر پہنچانے کی نیت سے ہبہ کیا ہو تو ایسا ہبہ واجب الردہ ہوگا ۔"

امام شعرانی شافعی اپنی کتاب "المیزان الکبریٰ" میں لکھتے ہیں :

"آئمہ ثلاثہ (امام ابو حنیفہ، امام مالک اور امام شافعی) کا قول ہے کہ باپ (اور اس سے اوپر کے درجہ میں کتنا ہی بلند کیوں نہ ہو) کے لئے مستحب ہے کہ اپنی اولاد کے درمیان ہبہ میں مساوات برتے۔ اس میں امام احمد بن حنبل بھی آئمہ ثلاثہ کے ساتھ ہیں۔ امام محمد ابن الحسن الشیبانی کے نزدیک باپ کے لئے جائز ہے کہ وہ ذکور اور اناث میں بطریق وراثت فضیلت دے۔ (سوال یہ ہے کہ) اگر باپ نے اولاد کے درمیان کسی کو فضیلت دی۔ تو کیا اس پر شے مفاضلہ سے رجوع کرنا لازم ہے۔ ہر سہ آئمہ کے نزدیک اس پر رجوع کرنا لازم نہیں ہے۔ امام احمد بن حنبل کے نزدیک اس پر رجوع کرنا لازم ہے[25]۔"

مالکی مذہب کی مستند کتاب موطاء امام مالک کے مطابق:

"جو اولاد کے حق میں کئے گئے حصہ میں تعدیل و تسویہ (مساوات) کے وجوب کے قائل ہیں۔ جیسے کہ طائوس، سفیان ثوری، احمد بن حنبل، اسحاق بن راھویہ، امام بخاری اور بعض مالکیہ۔ ان حضرات کے بہترین قول یہ ہیں کہ ایسا ہبہ (تفصیلی) باطل ہوگا۔ امام احمد بن حنبل سے ایک روایت ہے کہ اگر یہ تفصیل کسی خاص سبب کی بناء پر ہو تو یہ ہبہ جائز ہوگا مثلاً وہ لڑکا اپاہج ہو یا مقروض ہو یا اس کے مثل اور کوئی سبب ہو۔ امام ابو یوسف نے فرمایا ہے۔ اگر واہب نے (اپنی بعض اولاد کو) نقصان پہنچانے کی غرض سے ایسا کیا ہو تو اس پر تعدیل واجب ہوگی۔ نیز ہبہ کو باطل قرار دینے والے حضرات یہ دلیل بر بنائے قیاس پیش کرتے ہیں۔ کہ قطع رحمی اور عقوق دونوں حرام ہیں۔ ان دونوں سے اجتناب واجب ہے۔ لہٰذا تعدیل و تسویہ نہ کرنا حرام کے ارتکاب کا سبب ہوتا ہے اور جو امر کسی حرام کے ارتکاب کا سبب ہو وہ خود حرام ہوتا ہے۔ اس طرح تعدیل ادائے واجب کا مقدمہ قرار پاتی ہے اور جو امر واجب کے امتثال کا مقدمہ ہو وہ امر واجب ہوا کرتا ہے۔ چنانچہ تعدیل واجب اور عدم تعدیل حرام ہے[26]۔"

شافعی مذہب کی کتاب "مختصر المزنی" کے مطابق "امام شافعی فرماتے ہیں:

"حسنِ ادب یہ ہے کہ اولاد کو ایک دوسرے پر فضیلت نہ دے۔ تاکہ مفضول کے دل میں کوئی ایسی کیفیت پیدا نہ ہو جو اس کو نیکی سے باز رکھے کیونکہ قرابت بعض سے بعض کے تعلق کا نام ہے۔ نہ کہ عداوت یا زیادتی کرنے کا ۔ دوسرے یہ کہ بعض اولاد کو ہبہ کرنا جائز ہے۔ کیونکہ اگر ایسا نہ ہوتا تو رسول ﷺ رجوع کرنے کا حکم نہ فرماتے۔ تیسرے یہ کہ باپ کے لئے اپنی اولاد کے ہبہ (عطیہ) میں رجوع کرنا جائز ہے۔ نیز حضرت ابو بکر رضی

اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی بیٹی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہبہ (عطیہ) میں ان کو فضیلت دی تھی۔اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے صاحبزادے عامر کو فضیلت دی تھی۔حضرت عبدالرحمن بن عوف نے ام کلثوم کی اولاد کو فضیلت دی تھی[27]۔"

شافعی کی ایک اور مشہور کتاب "المذہب" میں لکھا ہے:

"امام شافعی نے فرمایا کہ مفضول کے دل میں اس فعل سے ایسا جذبہ پیدا ہوگا جو اس کو بھلائی کرنے سے روک دے گا نیز بعض اقارب دوسرے اقارب سے جو مسرت محسوس کریں گے وہ اس زیادتی سے حاصل نہ ہوسکے گی۔لیکن اگر بعض کو بعض پر فضیلت دے دی گئی تو عطیہ درست ہوگا۔کیونکہ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: اس ہبہ پر میرے علاوہ کسی اور شخص کو گواہ بنالو۔تو اگر یہ صحیح نہ ہوتا تو آنحضرت ﷺ کسی دوسرے کو گواہ بنانے کے لئے نہ فرماتے[28]۔"

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی "قاموس الفقہ" میں اپنا نقطہ نظر بیان کرتے ہیں:

"ہبہ سے متعلق ایک اہم مسلہ اولاد کو ہبہ کرنے کا ہے،اس سلسلہ میں کوئی اختلاف نہیں کہ اپنی اولاد کے درمیان ہبہ میں برابری کا سلوک کرنا مستحب ہے اور کمی بیشی مکروہ،اور امام احمد کے ایک قول کے مطابق اگر کمی بیشی کے لئے کوئی معقول وجہ نہ ہو تو مساوات واجب ہے،اور اس پر ضروری ہے کہ یا تو جس کو زیادہ دیا ہے اس سے زیادہ مقدار واپس لے لے،یا پھر اتنی ہی مقدار تمام بچوں کو دے۔ورنہ گناہ گار ہوگا،حنابلہ کا استدلال حضرت نعمان بن بشیرؓ کی روایت سے ہے،انہوں نے خصوصی طور پر اپنے ایک صاحب زادہ کو ایک باغ دینا چاہا اور اس پر حضور ﷺ کو گواہ بنانا چاہا۔تو آپ ﷺ نے اسے ظلم قرار دیا اور فرمایا کہ میں ایسے ظلم کے کام پر گواہ نہیں بنتا۔

حنفیہ،مالکیہ اور شوافع کے نزدیک کمی بیشی مکروہ ہونے کے باوجود جائز ہے،اور اس سلسلہ میں بہترین قول حسن بصریؒ کا ہے کہ نابرابری دیانۃ تو جائز نہیں،قضاء جائز ہے۔

دوسرا مسلہ یہ ہے کہ اولاد میں عدل سے کیا مراد ہے؟مالکیہ،شوافع اور حنفیہ میں قاضی ابو یوسفؒ کے نزدیک مساوات سے مراد یہ ہے کہ لڑکے ہوں یا لڑکیاں،اگر ماں باپ اولاد کو کچھ ہبہ کریں تو ان سبھوں کو برابر دیں،حنابلہ اور فقہاء حنفیہ میں امام محمدؒ کے نزدیک مساوات سے مراد اس تناسب سے دینا ہے،جو شریعت نے متعین کیا ہے،یعنی لڑکیوں کے مقابلہ لڑکوں کو دوگنا،کیونکہ جب شریعت نے لڑکے اور لڑکیوں کے درمیان حصہ کا یہ تناسب رکھا ہے تو اس سے ظاہر ہے کہ یہی عدل ہے،اور یہ "جور" میں داخل نہیں،خیال ہوتا ہے کہ امام محمدؒ کی رائے مصالح شریعت سے زیادہ ہم آہنگ ہے[29]۔"

حنبلی فقہ کی کتاب "المحرر فی الفقہ" میں لکھا ہے:

"اولاد کے عطیہ میں تعدیل (برابری) واجب ہے اور اسی طرح دوسرے اقارب کے عطیات میں ان کی وراثت کے حساب سے (مساوات واجب ہے)[30]۔"

"ماں باپ وغیرہ پر واجب ہے کہ جو لوگ قرابت کی بناء پر وارث ہوتے ہیں ان کے عطیہ میں برابری اختیار کریں لیکن ایک حقیر شے میں اس کی ضرورت نہیں ہوتی یہ تعدیل ان لوگوں کی وراثت کے حصوں کے مطابق ہوگی لیکن اگر نفقہ یا لباس وغیرہ کا عطیہ ہو تو اس میں کفایت کا لحاظ کیا جائے گا اور آدمی کو یہ حق حاصل

ہے کہ دیگر ورثاء کی اجازت سے ایسا کر دے۔اگرچہ مرض الموت میں مبتلا ہو گیا ہو تا کہ تمام لوگ مساوی ہو جائیں۔حتی کہ اگر ایک شخص نے اپنی صحت کی حالت یں اپنے دو بیٹوں میں سے ایک کی شادی کر دی اور اپنی طرف سے اس کا مہر ادا کر دیا اس کے بعد باپ مرض الموت میں مبتلا ہو گیا تو باپ کو اس حالت میں بھی یہ کرنا چاہیئے۔کہ دوسرے بیٹے کو اتنا دیدے جتنا پہلے کو دیا ہو۔اس حالت میں ثلث مال کے اندازہ کرنے کا حکم نہ ہو گا کیونکہ یہ ایک واجب امر کا تدارک ہو گا جو دین(قرض)ادا کرنے کے مشابہ ہو گا اور اگر مساوات سے پہلے انتقال کر گیا تو وہ اسی کا ہو گا بشر طیکہ عطیہ مرض الموت میں نہ کیا گیا ہو۔(کیونکہ اس حالت میں وصیت کے حکم میں ہو گا) [31]۔"

کتاب الفقہ میں عبد الرحمن جزیری اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہتے ہیں:

"اگر باپ نے اپنے کسی بیٹے پر مہربان ہو کر اسے کوئی چیز ہبہ کر دی ہے اگر چاہے تو اسے واپس لے سکتا ہے اور یہ واپسی اس صورت میں واجب ہو جائے گی جبکہ دوسری اولاد کی اجازت کے بغیر ہبہ کیا ہو کیونکہ حقوق شرعیہ میں ان سب کو برابر رکھنا والدین اور دوسرے قریبی رشتہ داروں پر واجب ہے تاہم (ہبہ سے) رجوع کا حق صرف سب کے مشترکہ باپ کو حاصل ہے۔خواہ اس میں وہ برابری کو ملحوظ رکھے یا نہ رکھے غرض(باپ کے علاوہ)نہ تو ماں کو نہ دادا کو اور نہ ان کے علاوہ کسی قریبی رشتہ دار کو یہ حق ہے کہ ہبہ کی تکمیل کے بعد جو موہوب لہ کے قبضہ کرنے سے ہو جاتی ہے اس ہبہ سے رجوع کرے [32]۔"

کن لوگوں کو ہبہ یا ہدیہ دینا جائز ہے

"عن کریب مولی ابن عباس: ائن میمونۃ زوج النبیؐ أعتقت ولیدۃ لھا فقال لھا: ولد وصلت بعض اخوالک کان اعظم جرک"۔ [33]

"حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آزاد کردہ غلام کریب سے روایت ہے کہ ام المومنین حضرت میمونہؓ نے اپنا ایک غلام یا باندی آزاد کرنا چاہی تو آپ ﷺ نے فرمایا:"اگر تو اپنے ماموں کو دے دیتی تو یہ تیرے لیے زیادہ باعثِ اجر ہوتا"۔

اگر کوئی شخص کسی چیز کو ہبہ یا عطیہ یا صدقہ کرنا چاہے تو اسے سب سے پہلے اپنے قریبی رشتہ داروں کا خیال رکھنا چاہیے۔یہ دوہرے اجر کا باعث ہو گا۔یعنی ایک تو اسے صدقہ کرنے کا اور دوسرا صلہ رحمی کا ثواب ملے گا۔اس روایت میں بھی اللہ کے رسول ﷺ نے قریبی لوگوں کو صدقہ میں اولیت دینے کا حکم دیا ہے۔

نبی کریم ﷺ کا ہبہ کی جانب ترغیب دلانا:

"عن أبی ہریرہ رضی اللہ عنہ، عن النبیؐ قال: "یا نساء المسلمات، لا تحقرن جارۃ لجاء تھا ولوفرسن شاۃ " ۔ [34]

"حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں نبی کریم ﷺ سے۔اے مسلمان عورتو! تم اپنی ہمسایہ عورتوں میں سے کسی کو حقیر نہ سمجھو،اگرچہ وہ تم کو بکری کا کھر ہی تحفتاً کیوں نہ دیں"۔

مذکورہ بالا روایت میں نبی کریم ﷺ نے ہبہ کے آداب کی جانب ترغیب دلاتے ہوئے یہ بتایا ہے کہ ہبہ کے لیے کسی چیز کا قیمتی ہونا یا نہ ہونا ضروری نہیں بلکہ ہبہ کرنے والے کے اخلاص کو دیکھنا چاہیے کہ وہ کوئی چیز ہبہ کر رہا ہے۔ ہر انسان جتنی استطاعت رکھتا ہے اتنی ہی چیز کسی کو ہبہ کر سکتا ہے، اس لیے اگر کوئی شخص کسی کو کم قیمتی چیز ہبہ کر دے تو اسے حقارت کی نظر سے نہیں دیکھنا چاہیے بلکہ بخوشی اس کی ہبہ کی ہوئی یا عطیہ کی ہوئی چیز قبول کر لینی چاہیے تاکہ کسی کی دل آزاری نہ ہو۔

نبی کریم ﷺ کا ہدیہ قبول کرنا:

"عن عبدالرحمن بن علقمة الثقفیؓ قال: قدم وفد ثقیف علی رسول اللهﷺ و معهم هدیة فقال: "أهدية أم صدقة؟ فإن كانت هدية فإنما يبتغىٰ بهاوجه رسول الله ﷺ وقضاء الحاجة وإن كانت صدقة فإنما يبتغىٰ بهاوجه الله عزوجل،، قالوا: لابل هدية فقبلها منهم وقعد معهم يسائلهم ويسائلونه حتى صلى الظهر مع العصر". [35]

''حضرت عبدالرحمن بن علقمہ ثقفی سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ قبیلہ بنو ثقیف کا وفد نبی کریم ﷺ کے پاس آیا۔ ان کے ساتھ کچھ تحائف بھی تھے۔ آپؐ نے ان سے پوچھا کہ یہ صدقہ ہے یا ہدیہ۔ اگر یہ ہدیہ ہے تو تم اس کی وجہ سے اللہ کے رسول ﷺ کی رضا چاہتے ہو، ان کی حاجت پوری کرنا چاہے ہو، اور اگر یہ صدقہ ہے تو تم اس ذریعہ سے اللہ کی رضا چاہتے ہو۔ انہوں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ یہ ہدیہ ہے۔ آپ ﷺ نے اسے قبول فرما لیا اور آپ ﷺ کے ساتھ بیٹھ کر سوال و جواب کرتے رہے۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ نے ظہر اور عصر کی نمازیں پڑھیں،،۔

یہاں نبی کریم ﷺ کا صدقہ قبول کرنے اور اس کے بدلہ میں صدقہ دینے کا ذکر آتا ہے اس سے جہاں یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ ایک دوسرے کو کوئی چیز ہبۃً یا ہدیتاً جائز ہے تو وہیں پر بھی یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے خود بھی ہدیہ یا ہبہ کو قبول فرمایا ہے لیکن نبی کریم ﷺ صدقہ قبول نہیں فرماتے تھے جبکہ آپ ﷺ ہدیہ یعنی تحفہ وغیرہ قبول فرما لیا کرتے تھے۔

ہبہ کے ارکان و شرائط:

''ا۔ ہبہ کے لئے ایجاب و قبول اور قبضہ کا ہونا ضروری ہے یعنی واہب بہ رضا ور غبت کوئی چیز دے اور موہوب لہ خوشی سے قبول کر کے اسے اپنے تصرف میں لے لے تو ہبہ ہو گیا اور وہ چیز واہب کی ملکیت کے بجائے موہوب کی ملکیت ہو گئی۔

۲۔ ایجاب و قبول میں ہبہ کا لفظ صراحتہً کہنا ضروری نہیں بلکہ جس لفظ یا جس طرز عمل سے دی ہوئی چیز لینے والے کی ملکیت ہو جاتی ہے وہ ایجاب و قبول سمجھا جائے گا مثلاً کسی نے کہا کہ میں اپنی یہ کتاب آپ کو ہدیہ کرتا ہوں اور آپ نے شکریہ ادا کر کے لے لی تو کتاب ہبہ ہو گئی یا آپ نے خاموشی سے لے لی تو بھی وہ آپ کی ملکیت میں آگئی۔ یا آپ نے اپنے کسی دوست سے کوئی چیز بطورِ ہبہ یا ہدیہ مانگی اور اس نے بخوشی دے دی تو وہ چیز ہبہ ہو گئی مگر حتی الامکان اس طرح مانگنا نہیں چاہیئے۔ عاریتہً مانگنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

۳۔ کسی نے کپڑا خریدااور بیوی سے کہا۔اس میں سے اپنے لئے ایک جوڑا بنوالو، یازیور بنوایااور بیوی سے کہا،اسے پہن لو ،یہ ہبہ ہو گیااور چیز عورت کی ملک ہو گئی،اب کسی ناراضگی کے وقت واپس لے لینا گناہ ہے۔

۴۔واہب کا عاقل و بالغ ہونا ضروری ہے کوئی نابالغ بچہ اگر کوئی چیز ہبہ کر دے تو والدین یامربی واپس لے سکتے ہیں۔

۵۔ہبہ میں راغب کی رضاور غبت ضروری ہے اور رضامندی کے بغیر زبردستی ہبہ کرانااور دباؤڈال کر یااصرار کر کے ہدیہ لینا صحیح نہیں، بلکہ گناہ ہے۔

۶۔واہب نے کسی چیز کو واضح الفاظ میں ہبہ کیا، مثلاً یہ گھڑی میں آپ کو دیتا ہوں،آپ اسے لے لیجئے اب موہوب لہ اسی وقت لے لے یا بعد میں لے دونوں جائز ہیں لیکن اگر مبہم الفاظ میں کہا کہ میں یہ گھڑی آپ کو دینا چاہتا ہوں یا دوں گا، یہ نہیں کہا کہ لے لیجئے تو اگر موہوب لہ ،اسی وقت گھڑی قبضہ میں لے لے تو وہ اس کی ہو گئی۔ لیکن اگر اس وقت نہ لے اور پھر کسی وقت لینا چاہے تو درست نہ ہو گا جب تک دوبارہ واہب سے اجازت نہ لی گئی ہو۔

۷۔ خریدار اپنے مال پر قبضہ کرنے سے پہلے اس کو ہبہ کر دینے کا حق رکھتا ہے۔

۸۔ہبہ یا ہدیہ کی ہوئی چیز کو قبضے میں دے دینا ضروری ہے،اگر وہ چیز دوسرے کے قبضے میں ہے تو واہب کو اس کے قبضے سے نکال کر موہوب لہ کے حوالے کر دینا چاہیئے۔

۹۔مال جس کے قبضے میں تھا اسی کو وہ ہبہ کر دیا، تو ہبہ ہو گیا،واہب پر لازم نہیں کہ دوبارہ قبضہ دلائے۔

۱۰۔ کسی نے اپنا قرض یا مطالبہ ہبہ کر دیااور مقروض یا مدیون نے اسے قبول کر لیا تو اب مطالبہ کا حق واہب کو نہیں رہا۔

۱۱۔موہوب یعنی جو چیز ہبہ کی گئی اس پر قبضہ سے پہلے واہب یا موہوب لہ کا انتقال ہو جائے تو ہبہ باطل ہو جائے گا ۔کیونکہ ہبہ قبضہ کے بغیر مکمل نہیں ہوتا۔یعنی موہوب لہ کے قبضے سے پیشتر وہ واہب ہی کی ملکیت رہے گی اور اس کی موت کے بعد ورثہ مالک کا ہو جائے گا۔

۱۲۔نابالغ بچہ ہبہ نہیں کر سکتا مگر اسے ہبہ کیا جا سکتا ہے''۔[36]

۱۳۔''ہبہ کرنے کے وقت وہ چیز ہبہ کرنے والے کے پاس موجود ہو، جو چیز ابھی موجود ہی نہ ہو اس کا ہبہ درست نہیں، جیسے کوئی شخص کہے کہ "اس سال میری بکری کو جو بچہ ہو وہ ہبہ کیا" تو اس کا اعتبار نہیں، بخلاف وصیت کے، کہ اس کے لئے اس چیز کا موجود ہونا ضروری نہیں ہے جس کی وصیت کر رہا ہے۔

۱۴۔ جس مال کو ہبہ کیا جا رہا ہو وہ شریعت کی نگاہ میں قابل قیمت مال ہو جو چیز شریعت کی نگاہ میں مال نہ ہو یا قابل قیمت مال نہ ہو،اس کا ہبہ درست نہیں اس لئے مردار، سور اور خون وغیرہ کا ہبہ جائز نہیں۔

۱۵۔وہ مال فی نفسہٖ شخصی ملکیت کے دائرہ میں آتا ہو، جو چیزیں مباحات میں سے ہوں ان کا ہبہ درست نہیں، جیسے کوئی شخص کہے کہ "میں فلاں دریا کا پانی ہبہ کرتا ہوں" تو ایسے ہبہ کا کوئی اعتبار نہیں ہو گا۔

۱۶۔وہ شے ہبہ کرنے والے کی ملکیت میں ہو، کیونکہ جو چیز آدمی کی اپنی ملکیت میں نہ ہو وہ کسی اور شخص کو اس کا مالک نہیں بنا سکتا، چاہے مملوکہ شے، کسی کے پاس دَین ہی کی صورت ہیں کیونکہ نہ ہو، جس کے اوپر دَین ہے اگر اسی کو ہبہ

کیا جائے تب بھی ہبہ درست ہے اور دوسرے کو ہبہ کیا جائے اور مقروض قبضہ کی اجازت دے دے۔تو یہ بھی درست ہے۔

۱۷۔یہ بھی ضروری ہے کہ جو چیز ہبہ کی جارہی ہے اگروہ قابل تسلیم ہو تووہ شے تقسیم شدہ ہو، مشترک نہ ہو،ہاں جو چیز ناقابلِ تقسیم ہو، جیسے حمام،مٹکہ وغیرہ،اس میں مشترک ملکیت میں سے اپنے حصہ کو ہبہ کیا جاسکتا ہے، یہ رائے حنفیہ کی ہے،مالکیہ،شوافع اور حنابلہ کے نزدیک مشاع یعنی غیر تسلیم شدہ شے کو بھی ہبہ کیا جاسکتا ہے۔

۱۸۔یہ بھی ضروری ہے کہ جو چیز ہبہ کی جارہی ہو،وہ غیر موہوبہ شے سے مشغول نہ ہو،پوری طرح فارغ ہو، جیسے ایسا کھیت ہبہ کرے۔ جس میں ہبہ کرنے والے کی کھیتی لگی ہو،یادرخت ہبہ کرے اور ہبہ کرنے والا پھل پر اپنی ملکیت باقی رکھے،تو یہ ہبہ درست نہیں"۔[37]

عصر حاضر میں ہبہ کی ضرورت اوراہمیت:

قرآن وحدیث سے ہبہ کی اہمیت اور احکام پر روشنی ڈالی جاچکی ہے اب ضرورت اس امر کی ہے کہ عصرِ حاضر کے حوالے سے بھی ہبہ کی ضرورت اوراہمیت کواجا گر کیا جاسکے۔

اگر دیکھا جائے تو پوری دنیاآجکل معاشی بحران اور مسائل کا شکار ہے۔ جیسا کہ افغانستان، عراق، شام ، لیبیا، ترکی، امریکہ ،ہندوستان اور مصر وغیرہ لیکن چونکہ اس موضوع کا تعلق پاکستان اوراس میں رہنے والے لوگوں سے ہے۔اس لئے اس حوالے سے معاشی مسائل پر روشنی ڈالی جائے گی۔پاکستان جو ہمارے بزرگوں نے بڑی قربانیوں کے بعد حاصل کیاہے۔اس میں رہنے والے لوگ آجکل معاشی بحران اور بدحالی کا شکار ہیں بڑھتی ہوئی آبادی اور مہنگائی نے لوگوں کی کمر توڑدی ہے خاص کرایسے حالات سے پڑھے لکھے نوجوان زیادہ متاثر ہیں۔جن کے پاس اعلیٰ ڈگریاں موجود ہیں۔لیکن روزگار نہیں ہے ان حالات میں سب سے بڑااور گھمبیر مسلہ بے روزگاری کا ہے اور رہی سہی کسر مہنگائی نے پوری کردی ہے۔موجودہ حالات میں دووقت کی روٹی کمانااور کھاناانسان کے لئے انتہائی دشوار گزار ہو گیاہے۔جس کی وجہ سے کئی مسائل پیدا ہورہے ہیں۔خاص کر غریب طبقہ پے در پے مسائل کا شکار ہے۔علاج معالجہ کے مسائل ،بیوائوں کے لئے اپنی اولاد کی پرورش اور تعلیمی مشکلات کا سامنا،غریب گھرانوں کے لڑکے اور لڑکیوں کی شادی بیاہ کے مسائل اور یتیم بچوں کی تعلیم وتربیت کے یہ تمام ایسے مسائل اور مشکلات ہیں۔ جس میں آج کا غریب طبقہ مبتلا ہے۔اور جس کی بنیادی وجہ بے روزگاری ہے۔ جو انتہائی غور طلب بات ہے جس کی وجہ سے موجودہ معاشرہ تباہی کی جانب گامزن ہے اور مختلف نوعیت کے جرائم جنم لے رہے ہیں۔جب حالات معاشی لحاظ سے ابتر ہوں گے توانسان گمراہی اور جرائم کی جانب راغب ہو گا۔جیسا کہ آج کل پاکستان کے حالات دیکھنے میں آرہے ہیں۔پاکستان میں بھی معاشی بحران کی وجہ سے حالات دن بدن سنگین سے سنگین تر ہوتے چلے جارہے ہیں۔مثلا منشیات کا استعمال و تجارت ،۔ٹارگٹ کلنگ،بم بلاسٹ،اغوائ، قتل وغارت گری، بھتہ خوری، معصوم بچوں کی اغواء کی وارداتیں، منشیات کی تجارت،بدکاری کا عام ہونا،چوری،ڈاکہ زنی، حرام کا تصور ختم ہو جانا،سود،رشوت،لوگوں کے مابین بدامنی کا پیدا ہونا،

Families میں نفسیاتی اور عائلی مسائل کا پیدا ہونا، میاں بیوی کے تعلقات کا کشیدہ ہونا، ہنستے بستے گھروں کا اجڑنا، طلاق اور خلع کا عام ہونا، مختلف نوعیت کے امراض کا پیدا ہونا، خودکشی کی وارداتیں عام ہونا وغیرہ ان مسائل کے پس پردہ صرف غربت اور افلاس ہے۔ جب انسان غربت اور بھوک کے ہاتھوں مجبور ہو جاتا ہے تو وہ ایسے کام کرنے پر بھی آمادہ ہو جاتا ہے جو نہ صرف گناہ کے زمرے میں آتے ہیں بلکہ قابل سزا جرم بھی ہیں۔ اگر اس جانب توجہ نہ دی گئی تو ہمارے مسائل مزید بڑھ سکتے ہیں۔ اور حالات بد سے بد ترین رخ اختیار کر سکتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے انسان کو زکوۃ، خیرات، صدقات وغیرہ کا حکم دیا ہے۔ تاکہ دولت چند ہاتھوں میں جمع نہ ہو سکے۔ بلکہ معاشرہ کے افراد کے مابین گردش کرے۔ حاجت مند اور مجبور لوگوں کی ضروریات، زکوۃ، خیرات اور صدقات سے پوری ہو سکیں۔ جب انسان کی ضروریاتِ زندگی پوری ہوں گی تو اس کی توجہ جرائم اور گناہ کی جانب کم ہی راغب ہو گی۔ کیونکہ ہر انسان اپنے والدین اور بیوی بچوں کے ساتھ پر سکون زندگی گزارنے کا خواہاں ہوتا ہے۔ جب معاشی ضروریات پوری ہوں گی تو زندگی میں مسائل کم ہی پیدا ہوں گے اس لئے معاشرہ سے برائیوں اور مسائل کا خاتمہ کرنے کے لئے ضروری ہے کہ نہ صرف اس جانب توجہ دی جائے بلکہ عملی اقدامات بھی کئے جائیں اس کے لئے ضروری ہے کہ غرباء، مساکین، مسافروں، یتیموں، بیوائوں، حاجت مندوں اور جیلوں میں بند قیدیوں کی مدد ہبہ، ہدیہ اور صدقہ کی رقم سے کی جائے۔ اس نوعیت کے عملی اقدامات سے نہ صرف مذکورہ بالا افراد کی مالی مدد کی جاسکے گی بلکہ درپیش مسائل پر بھی کافی حد تک قابو پایا جاسکے گا اور جو لوگ ہبہ کے ذریعے اپنا مال ضرورت مندوں کے لئے خرچ کریں گے ایسے لوگ اللہ تعالیٰ کے پاس اجر عظیم کے مستحق ٹھہریں گے۔ کیونکہ دین اسلام نے ہبہ کی ترغیب دی ہے اور اس کے عوض اجر عظیم کا وعدہ کیا گیا ہے۔

ایک انسان گناہ یا جرم پر اس وقت آمادہ ہوتا ہے جب وہ معاشی طور پر تباہ حال ہو اگر ہبہ کی صورت میں غریب طبقہ کی معاشی امداد کی جائے گی تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہو گا کہ معاشرہ سے کافی حد تک برائیوں اور جرائم کا خاتمہ ہو جائے گا اور ایک مثالی معاشرہ کے قیام کو ممکن بنایا جاسکے گا۔

Conclusion:

ضرورت اس امر کی ہے کہ موجودہ معاشرہ کی اصلاح کی نیت سے قرآن واحادیثِ نبوی ﷺ کے احکاماتِ ہبہ پر عمل کیا جائے۔ تمام تر اصلاحی پہلو قرآنی احکامات اور احادیثِ نبوی ﷺ میں موجود ہیں جس پر عمل کر کے ایک صالح و پاکیزہ اور پرامن معاشرہ وجود میں لایا جاسکتا ہے جو تمام تر برائیوں اور خامیوں سے پاک ہو اس طرح موجودہ معاشرہ کو مشکلات و مسائل سے نجات دلائی جاسکتی ہے اور امن وامان قائم کیا جاسکتا ہے۔

حوالہ جات

1 امام راغب اصفہانی، مفردات القرآن ۲: ۱۱۴۴، زاہد بشیر پرنٹرز، لاہور، ۱۹۸۷ء

2ڈاکٹر محمد رواس قلعہ جی، فقہ حضرت ابو بکرؓانسائیکلوپیڈیا: ۲۶۲،ادارہ معارف اسلامی،لاہور، ۲۰۰۲ء

3ڈاکٹر تنزیل الرحمن، مجموعہ قوانین اسلام ۳: ۹۲۳،ادارہ تحقیقات اسلامی،اسلام آباد،۲۰۰۴ء

4مولانا منہاج الدین مینائی،اسلامی فقہ: ۶۰۱،لاہور،اسلامک پبلی کیشنز(پرائیویٹ)لمیٹڈ،لاہور،۲۰۰۲ء

5 اردو دائرہ معارف اسلامیہ ۲۳: ۱۰۴،،لاہور،۱۹۸۹ء

6 اسلامی فقہ: ۶۰۱

7 سورۃالبقرۃ۲: ۱۷۷

8 امین احسن اصلاحی،تدبر قرآن ا: ۴۲۵ ،فاران فاؤنڈیشن،،لاہور،۱۹۸۶ء

9 حمید ندیم،تعارف الفرقان ا: ۱۹۷، فضلی سنز، کراچی،۱۹۴۴ء

10 تدبر قرآن ا: ۴۲۶

11 تعارف الفرقان ا: ۱۹۷

12 تدبر قرآن ا: ۴۲۶

13 تعارف الفرقان ا: ۱۹۷

14 تدبر قرآن ا: ۴۲۷

15 تعارف الفرقان ا: ۱۹۷

16 تدبر قرآن ا: ۴۲۷

17 القشیری،ابوالحسین مسلم بن الحجاج، صحیح المسلم: ۲۷۵،دارالکتاب العربی، بیروت،۲۰۰۴ء

18 صحیح المسلم: ۲۷۵

19 اسلامی فقہ: ۲۰۵- ۲۰۶

20 حضرت مولانا مفتی عاشق الٰہی،مترجم حضرت مولانا عبدلغنی طارق،بنیادی فقہی احکام ا: ۳۱۸،ادارۃالقرآن، کراچی،۲۰۰۲ ء

21 نفس مصدر

22 اسلامی فقہ: ۶۰۳

23 مجموعہ قوانین اسلام ۳: ۹۶۳- ۹۶۴

24 امام کاسانی، بدائع الصنائع ۶: ۱۲۷،مصر،۱۹۱۰ء

24 ابن حجر عسقلانی، فتح الباری ۵: ۱۳۴،مصر،۱۹۶۹ء

25 شغرانی،میزان الکبریٰ ۲: ۱۰۰،مصر(س۔ن)

26 شرح الموطا ۴: ۴۴۴

27 مجموعہ قوانین اسلام ۳: ۹۶۶

28 فیروزآبادی،ابراہیم بن علی بن یوسف،المذہب ا: ۴۵۳،مصر،۱۹۵۹ء

29 رحمانی،مولانا خالد سیف اللہ، قاموس الفقہ ۵: ۳۳۱،زمزم پبلشرز، کراچی،۲۰۰۷ء

30 ابن تیمیہ،مجد الدین،المحرر فی الفقہ ا: ۳۷۴،مصر،۱۳۶۹ھ

31 مجموعہ قوانین اسلام ۳: ۹۶۷- ۹۶۸

32 عبدالرحمن الجزیری، مترجم منظور احسن عباسی، کتاب الفقہ ۳: ۲۹۰، علماء اکیڈمی، پنجاب، ۲۰۰۶ء

33 امام بخاری، أبو عبداللہ محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری: ۴۷۱، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، ۲۰۰۴ء

34 صحیح البخاری: ۴۷۱

35 النسائی، احمد بن شعیب، سنن النسائی: ۶۱۴، دارالکتب العلمیتہ، بیروت، ۲۰۰۵ء

36 اسلامی فقہ: ۶۰۱- ۶۰۳

37 قاموس الفقہ ۵: ۳۳۷- ۳۳۸